جناب محمد امین ایم اے

امام غزالیؒ کے معاشی افکار

مختصر سوانح

نام محمد کنیت ابو حامد اور خطاب حجۃ الاسلام ہے۔ طوس کے مقام پر (۱۰۵۸) میں پیدا ہوئے، امام صاحب کے والد سوت کا کاروبار کرتے تھے اس لیے غزالی کہلائے۔ طوس میں ابتدائی تعلیم سے فارغ ہوکر نیشاپور میں امام الحرمین اور دوسرے فضلاء سے مستفید ہوئے ۲۳ برس کی عمر میں مدرسہ نظامیہ میں معلم ہوگئے۔ آپ نظامیہ کے سب سے کم عمر معلم تھے جبکہ بڑے بڑے جید علماء اس کی حسرت لیے مرجاتے تھے۔ یہاں امام غزالیؒ تقریباً چار سال تک بڑے شان و شکوہ سے رہے اور امورِ سلطنت میں بھی ان کا عمل دخل رہا۔ ۱۰۹۵ء میں آپ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر دمشق چلے گئے اور ریاضت و مشاہدہ میں مشغول ہوگئے وہاں سے بیت المقدس ہوتے ہوئے مکہ معظمہ حج کے لیے گئے۔ وہاں طویل قیام کیا پھر مصر و اسکندریہ ہوتے ہوئے وطن واپس لوٹے۔ فخر الملک کے اصرار پر کچھ دیر نیشاپور میں فرائض تدریس انجام دیے لیکن آخر طبیعت سے مجبور ہوکر طوس میں گوشہ نشین ہوگئے اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔ ۵۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، علم الکلام تعلیم، وعظ و مناظرہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ ۸۰ سے زیادہ کتابوں کے مصنف ہیں اور ان میں سے تفسیر کی ایک کتاب کی چالیس جلدیں ہیں۔ فلسفہ میں ان کا اپنا ایک الگ مکتبِ فکر ہے۔ احیاء العلوم، کیمیائے سعادت اور المنقذ من الضلال میں انہوں نے اپنے سیاسی اور معاشی نظریات کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ بجٹ کا تخیل

بجٹ کا تخیل امام غزالیؒ نے ۹۰۰ سال پیشتر پیش کیا تھا کہ آمدنی اور خرچ کی مدوں کا الگ الگ حساب رکھا جائے، پھر آمدنی کی مدوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے انہیں تین قسموں، حلال[۱] حرام[۲] اور مشکوک[۳] میں تقسیم کیا ہے۔ وہ ذمہ دارانِ حکومت کو متنبہ کرتے ہیں کہ لوگوں سے ناجائز ٹیکس وصول نہ کیے جائیں اور ان کا معاشی استحصال نہ کیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی وہ اخراجات میں بچت اور کمی کرنے پر بھی زور دیتے ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ خلیفہ عوام سے حاصل کردہ اس رقم کو اپنے ذاتی استعمال میں نہیں لا سکتا۔ اسے صرف مفادِ عامہ کے لیے ہی خرچ کیا جا سکتا ہے جائز آمدنی اور خرچ کے سلسلہ میں انہوں نے خلفاء راشدین اور دیگر اسلاف کی مثالیں بھی دی ہیں۔

۲۔ معاشرتی و معاشی طبقات

اس سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے کہ امام غزالیؒ معاشی بنیادوں پر ماہیّہ واریت کے حامی تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ معاشی مسائل پر غور و خوض کے لیے وہ اس وقت کے معاشرے کو تین طبقوں یا حصوں میں تقسیم کر لیتے ہیں (اور اس طرح کی تقسیم آج بھی کی جا سکتی ہے مثلاً سرکاری ملازم، تاجر اور صنعتی مزدور) پہلا طبقہ کاشتکاروں، چرواہوں اور اہلِ حرفہ پر مشتمل ہے۔ دوسرے میں فوجی اور لشکری شامل ہیں اور تیسرے میں اہلِ علم اور اہلِ قلم۔ وہ ان تینوں طبقوں میں ہم آہنگی اور تعاون پر زور دیتے ہیں اور اہلِ علم وفضل کا فرض قرار دیتے ہیں کہ وہ دوسرے دونوں طبقوں کے درمیان رابطہ قائم رکھیں اور ایک دوسرے کی معاشی احتیاجات کو پورا کرنے کے عمل کا جائزہ لیتے رہیں اور اس میں ممد ثابت ہوں۔

اس کے علاوہ انہوں نے اشیاء اور سکوں کے تبادلہ میں اپنے وقت تک کے مختلف مراحل کا بھی تفصیل سے جائزہ لیا ہے۔

۳۔ جمع مال کی مذمت

امام غزالیؒ اپنی چند سالہ عملی زندگی کے طنطنے کے بعد صوفی المشرب ہو گئے تھے۔ اسی دور میں انہوں نے احیاء العلوم لکھی، احیاء العلوم کی تیسری جلد مہلکات کے ساتویں باب میں

انہوں نے جمع مال کرنے کی سخت مذمت کی ہے اور تونگری کے مقابلے میں فقر و غنا کی تعریف کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :۔

"اے کم بخت! جمع مال کے لیے مالدار صحابہؓ کی حجت پکڑنی تیرے لیے اچھی نہیں، شیطان تیرے ہلاک کرنے کے لیے تیرے منہ سے یہ حجت نکلواتا ہے کیونکہ جب تو یہ کہتا ہے کہ ان صحابہؓ نے یہ مال اپنی زینت اور اسراف و کثرت کے لیے جمع کیا تھا تو یہ ان کی غیبت ہے اور ان کے ذمہ بری بات ہے اور جب تو یہ کہتا ہے کہ حلال مال کا جمع کرنا اس کے چھوڑنے کی نسبت افضل ہے تو گویا یہ تہمت ہے خطا اور جہل کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء پر"

انہوں نے تفصیل سے قرآنی آیات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور بزرگان سلف کی روایات کا ذکر کیا ہے کہ کس طرح وہ فقر و فاقہ کو پسند کرتے تھے اور مال و دولت کو آزمائش سمجھتے اور اس سے بچتے تھے۔ وہ تفصیل سے بتاتے ہیں کہ جمع مال سے ایمان و عمل کے لیے کیا کیا خطرات پیدا ہوتے ہیں، اور نتیجۃً بتاتے ہیں کہ سالک کے لیے واضح راہِ عمل یہی ہے کہ وہ مال جمع کرنے کی حرص سے بچے۔ اس سلسلہ میں مال دار صحابہؓ کے تتبع کو وہ حجت نہیں گردانتے اور فقر و استغناء پر زور دیتے ہوئے جمع مال کو شیطان کا فریب قرار دیتے ہیں اور اس سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں۔

۴۔ معاشیات کے پانچ سنہری اصول

احیاء العلوم میں امام غزالی فرماتے ہیں کہ :۔

"مال کے زہر سے کوئی آدمی بچ نہیں سکتا جب تک کہ وہ پانچ اصولوں کو مدنظر نہ رکھے :

۱۔ یہ کہ مال کے مقصود کو پہچانے کہ یہ کس لیے پیدا ہوا اور اس کی حاجت کیوں ہوتی ہے۔ (اس سے وہ بقدرِ حاجت کسب معیشت کرے گا اور جمع مال کے لالچ سے بچے گا)

۲۔ یہ کہ آمدنی کی وجہ کو خیال میں رکھے (اس طرح مالِ حرام سے بچے گا اور حلال کی کوشش کرے گا)

۳۔ یہ کہ مقدارِ معیشت کو ملحوظ رکھے (یعنی مقدارِ حاجت کے مطابق۔ اور حاجت تین چیزوں کی ہوتی ہے۔ روٹی، کپڑا اور مکان۔)

۴۔ خرچ کا لحاظ رکھے (نہ فضول خرچی و اسراف کرے اور نہ کنجوسی و تنگی بلکہ خرچ میں اعتدال و میانہ روی اختیار کرے۔)

۵۔ یہ کہ مال کے لینے اور چھوڑنے میں نیت درست رکھے (یعنی جو مال حاصل کرے اس میں نیت عبادت پر استقامت کی ہو، حرصِ دنیا کی نہ ہو اور جو ترک کرے اس میں زہد اور مال کی حقارت کی ہو نہ کہ افسوس اور ملال ہو۔)"

یہ پانچ اصول ایسے ہیں جو آج بھی ہمارے انفرادی اور اجتماعی معاشی پروگرام کی اصلاح کی بنیاد بن سکتے ہیں۔ موجودہ دور میں جب ہر کوئی راتوں رات امیر بن جانا چاہتا ہے اور ہر حکومت عوام کا معیارِ زندگی بلند کرنے کے لیے ہر جائز و ناجائز حربہ اختیار کر رہی ہے، یہ پانچ اصول ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔

۵۔ ذخیرہ اندوزی کی مذمت

کیمیائے سعادت میں امام غزالیؒ نے ایک خاص باب "آدابِ کسب و تجارت" باندھا ہے۔ چنانچہ اس کی تیسری فصل میں وہ فرماتے ہیں کہ:۔

"ایسے معاملات کا کرنے والا جن سے عام مسلمانوں کو رنج اور نقصان پہنچے، خدا کی لعنت میں گرفتار ہوتا ہے۔"

اور ایسے معاملات کی وہ دو قسمیں گردانتے ہیں۔ پہلی ذخیرہ اندوزی اور دوسرے نمبر پہ کھوٹے سکوں کا استعمال۔ ذخیرہ اندوزی کی مذمت کرتے ہوئے وہ کھانے پینے کی اشیاء اور خصوصاً اناج کی ذخیرہ اندوزی پر کڑی تنقید کرتے ہیں اور حضرت علیؓ کے اس قول کو دہراتے ہیں کہ جو شخص چالیس دن اناج جمع رکھتا ہے کہ مہنگا بیچے اس کا دل سیاہ ہو جائے گا۔ اور ان کو کسی شخص نے کسی ذخیرہ اندوز کے غلہ کی خبر دی تو فرمایا کہ اس میں آگ لگا دو۔

کھوٹے سکوں کے استعمال کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:۔

"جس طرح صدقہ جاریہ کا ثواب ... تم کرنے والے کو مرنے کے بعد بھی پہنچتا

رہتا ہے اسی طرح جب تک کھوٹا سکہ چلتا رہے گا اور لوگ اس سے دھوکہ کھاتے رہیں گے اس وقت تک اس کا عذاب اس شخص کو قبر میں بھی ہوتا رہے گا۔"

۱۰۔ تجارت اور اخلاقی اصول

اس سلسلے میں امام غزالیؒ کیمیائے سعادت کی پانچویں فصل میں چار احتیاطوں کا ذکر کرتے ہیں :۔

پہلی :۔ یہ کہ ہر صبح اپنی نیک نیتی کا اعادہ کرے کہ وہ روزی کے دھندے میں اس لیے پڑا ہے کہ اہل و عیال کا پیٹ بھرے ۔ خلائق سے بے نیاز ہو اور سکون سے عبادتِ الٰہی کے قابل ہو۔

دوسری :۔ یہ کہ اسے فرض کفایہ سمجھ کر کرے کہ جب دوسرے سینکڑوں لوگ اس کی روزمرہ کی ضرورتوں کے حصول کے لیے محنت کرتے ہیں تو اس کا بھی فرض ہے کہ وہ بھی دوسروں کے لیے کام کرے۔

تیسری :۔ یہ کہ ناپ تول میں دغا بازی نہ کرے ۔ اسی لیے بزرگوں کی عادت تھی کہ جو کچھ لیتے تھے تو آدھا حبہ کم لیتے تھے اور جب دیتے تھے تو آدھا حبہ زیادہ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ آدھا حبہ ہم میں اور دوزخ میں آڑ ہے ۔

چوتھی :۔ بات یہ کہ جنس کے نرخ کے بارے میں کچھ دغا نہ کرے اور جنس کا عیب نہ چھپائے اور اگر کوئی بیع اس طرح کی ہوگی تو وہ قابلِ فسخ ہے ۔ اگر کوئی مال بازار میں رکھے جو لوگ لینا نہیں چاہتے اور جھاڑ چڑھا دے تو امام غزالیؒ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔

۷۔ حکومت کی ذمہ داری

دسویں فصل میں انہوں نے ان قاعدوں کا ذکر کیا ہے جو بادشاہِ وقت کو اپنانے چاہئیں ان میں لکھا ہے کہ :۔

"جب تک ایک بھی حاجت مند اس کے دروازے پر رہے ، اس پر نفل نماز جائز نہیں ۔ اس لیے کہ مسلمانوں کی تکالیف کو دور کرنا نفل نماز سے افضل تر ہے ۔"

وہ لکھتے ہیں کہ :۔

"ایک دن عمر بن عبدالعزیز صبح سے لے کر ظہر تک لوگوں کے کام میں مصروف رہے جب تھک گئے تو گھر لوٹ آئے ، صاحبزادے نے کہا کہ آپ کو کس سبب سے اطمینان اگر کوئی آدمی حاجت مند کھڑا ہو اور آپ آرام کر رہے ہوں اگر اس حالت میں موت آجائے تو پھر.......... حضرت عمر فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا تو سچ کہتا ہے۔

۸. حرام ذرائع سے کمائے ہوئے مال کی مذمت

اس کے لیے امام غزالی نے کیمیائے سعادت میں الگ فصل باندھی ہے اور بتایا ہے کہ:۔

"حرام کمانے والے کا صدقہ اور فرائض ، نوافل قبول نہیں ہوتے۔ اجابتِ دعا کے لیے رزق حلال ضروری ہے"۔

انہوں نے مالِ حرام کو دوزخ تک کے لیے زادِ راہ قرار دیا ہے ۔ سود جو آج کل ایک بڑا ذریعہ حرام کمانے کا ہے۔ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:۔

"سود کا ایک درہم کھانا تیس بار زنا کرنے سے بدتر ہے"

انہوں نے کہا کہ عبادت کے دس حصے ہیں اور ان میں سے نو رزقِ حلال کے ہیں ۔ وہ حضرت عبد اللہ بن عمر کے اس قول کو نقل کرتے ہیں کہ اگر کوئی اتنی نمازیں پڑھے کہ کمر خمیدہ ہو جائے اور اتنے روزے رکھے کہ بال کی طرح دبلا اور باریک ہو جائے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں جب تک حرام سے پرہیز نہ کرے۔

۹. بے کاری جرم ہے

وہ کام نہ کرنے کو برا سمجھتے ہیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کا یہ قول نقل کرتے ہیں:۔

"مجھے یہ سخت ناپسند ہے کہ کوئی شخص بے کار رہے کیونکہ یہ نہ تو دین کے معاملہ میں اچھا ہے اور نہ امورِ آخرت کے بارے میں"

مزید فرماتے ہیں کہ اللہ اپنے اس بندے سے محبت رکھتے ہیں جو اس لیے کوئی ہنر سیکھتا ہے کہ لوگوں سے مستغنی ہو جائے اور اس آدمی کو پسند نہیں کرتے جس نے علم اس غرض سے حاصل کیا کہ اس سے پیشہ یا ہنر کا کام لے۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو مومن محترف پسند ہے اور حضرت عمر کا یہ قول کہ وہ کاروبار میں مصروفیت کی موت بہترین موت سمجھتے ہیں ———